

مولوی۔ (لڑکوں سے)

اب! وقت سبق ہے آؤ لڑکو
سب اپنا سبق سناؤ لڑکو

لیلی (مشوقانہ انداز سے)

‘الف’ ہے اک انوکھا حرف اسے اپنی ادا سمجھئے۔
ہمارے بانکپن میں ‘بے’ ہے کیوں، ہم اس کو کیا سمجھئے
تفاہل ‘تے’ سے ہے اور ‘ٹے’ سے ثابت ہے ثواب اس کا
جو سمجھئے ‘جیم’ سے جلوہ تو ‘حے’ سے ہم حیا سمجھئے
ہوئی ‘خے’ ‘دال’ سے اور ‘ذال’ سے ہم خود تما ایسے
کہ دیوانوں کی ذلت اور رسولی روا سمجھئے
ہوا ‘یہ ز’ و ‘سین’ و ‘شین’ سے اور ‘صاد’ سے حاصل
کہ زیب اور سادگی اور شرم کو صبر آزمایا سمجھئے
کھلا لیہ ‘ضاد’ و ‘طا’ و ‘ظا’ و ‘عین’ و ‘غین’ سے مضمون
ضیا طلعت کی سمجھئے ظلم و عشوہ غم فزا سمجھئے
ہوا یہ ‘فا’ و ‘قاف’ و ‘کاف’ و ‘لام’ و ‘میم’ سے روشن
فریب قتل سمجھئے اور کرشمہ مہ لقا سمجھئے
یہ ‘نون’ و ‘واو’ و ‘ها’ و ‘یا’ سے ہم مطلب سمجھتے ہیں
کہ ناز و وصل و ہم خوابی کو ہم یوسف لقا سمجھئے

مجنول (عاشقانہ طرز سے)

‘الف’ سے ابتدائے الفت اهل ادا سمجھئے
اسی کو ابتدا سمجھئے اسی کو انتہا سمجھئے
نہ سمجھئے ‘بے’ سے کچھ ہم بے نوا لیکن بلا سمجھئے
بری ہے بے وفائی عشق میں اس کو برا سمجھئے

۱۔ صنف کلام : بیت بھر ہرج میز و اخرب مقبوض مخذوف ، وزن : مفعول
مفاعلن قلعون ، دوبار -

نہ سمجھئے 'تے' سے ہم تفتہ جگر تاریک دل لیکن
 تغافل تلغخ تر ہے اس کو ہم ترکِ وفا سمجھے
 یہ ہے 'ثے' کا اشارہ، عشق میں ثابت قدم رہنا
 نہ سمجھے 'جیم' سے ہم کچھ مگر جور و جفا سمجھے
 ہوئی 'حرے' سے عیاں حیرت کہ جب ہے حسرت و حرمان
 ہوئی 'خترے' سے خرابی خود نمائی سے خدا سمجھے
 دلِ دیوانہ سمجھا 'دال' سے اک درد کا پھلو
 نہ سمجھے درد کو ہم کچھ مگر دل کی دوا سمجھے
 جو ذلت 'ذال' سے سمجھے تو 'رے' سے سمجھے رنجوری
 نہ سمجھے 'زے' کو لیکن زخم اور زحمت فزا سمجھے
 ستم ہے 'سین' سودا 'شین' ہے شور و شغب بالکل
 جو سمجھے 'صاد' صحرا کو تو ہم صبر آزمہ سمجھے
 ضلالت 'ضاد' سے ہے 'طوئے' سے ہے طوق گردن کا
 نہیں ہے 'ظوئے' لیکن ظلم اسے ظلمت نما سمجھے
 اگر ہے 'عین' عینِ عشق تو ہے 'غین' غینِ غم
 جو 'فے' کو ہم فنا تو 'قاف' کو اپنی قضا سمجھے
 نہیں ہے 'کاف' جز کاکل نہیں ہے 'لام' جز لیلائی
 کبھی لب اس کو سمجھے اور کبھی زلفِ رما سمجھے
 مزا ہے 'میم' سے مرنے کا اور ہے 'نوں' ناکامی
 وفا کو 'واو' سے اور 'ھے' سے ہم ہائے ہوا سمجھے
 یہ حرف 'یا' جو ہے ذوبار نامِ یار میں آیا
 نہ سمجھے اس کو ہم آخوند جی بتلاؤ کیا سمجھے
 مولوی

”خوب سمجھے۔ میاں طرار! تم تو ذرا اپنا سبق سناؤ اور
 تیزیِ اطیع کے جوهر دکھاؤ“

طرار

بنا دیں ہم 'الف ، بے' سے جو کچھ اچھا برا سمجھئے
بھلائی کو برا سمجھئے براٹی کو بھلا سمجھئے
مولوی

"جب چب ، خاموش خاموش ! بی خیلا صاحبہ آپ کیا سمجھیں؟"
خیلا (انک انک کر)

'الف' سے اپنی آنکھوں کی قسم میں آشنا سمجھی
اور اس 'بے' سے جو بے زر ہو تو پھر بالکل بلا سمجھی
مولوی (خیلا سے مخاطب ہو کر) "تم خوب سمجھیں"
(سب لڑکوں سے)

ستو ۱ لڑکو! نہیں اب کچھ مرا کام
میں گھر جاتا ہوں ہے یہ وقت آرام
نہ ہونے پائے مکتب میں شرارت
سبق تم یاد کرنا با فراغت

- قصد شاعر : اظہار وضع خیلا - یہ بھی دیکھئے کی بات ہے کہ مولوی کو لیلی اور مجنوں اور طرار اور خیلا کے وضع اور ارادے کے سمجھنے کا بہت اچھا موقع حاصل تھا ، مگر پھر بھی وہ امن پر متنبہ نہ ہوا ، یا وہ متنبہ ہوا تو اس نے اپنے فرض کے پورا کرنے میں کمی کی - اس شعر کی ردیف میں یا یہ سمجھوں کو عمداً یا سے معروف میں بدل دیا ہے اور لطف اس کا ظاهر ہے -
- صنف کلام : مثنوی (مرقع) بحر هزج مخز و مقصور یا مخدوف - وزن : مقاعیلن مقاعیلن فعالان دوابار ، یا بیجائے فعالان کے فعلوں قصد - شاعر : اظہار غلطی مولوی - جہاں اس قسم کے لڑکے پڑھتے ہوں آن کی زیادہ حفاظت چاہیے ، نہ یہ کہ مولوی مکتب کو ان کی شرارت کے سپرد کر کے خود آرام میں مشغول ہو - ایسی غلطیاں ہارے دیسی مکتبوں میں بہت ہوا کریں ہیں اور اس کی اصلاح کی طرف نظر کرنا ان لوگوں کا فرض ہے جن کے ہمارے بھی ان مکتبوں میں تعلیم ہاتے ہیں -

جو بھولے کوئی تو آس کو بتانا
 جو تم میں ہیں نئے آن کو پڑھانا
 کریں سب تختیاں دھو دھا کے فرصت
 الف بے کوئی لکھئے کوئی بابت
 (مولوی صاحب یہ کہہ کے جاتے ہیں ، میان طرار کسی
 بھانے سے علیحدہ آتے ہیں)

طرار

گئے آخوند جی ہے وقت مہلت
 بن اب مکتب سے میں ہو جاؤں چمپت
 لڑکے (طرار کے پیچھے دوڑ کے)
 کہاں جاتا ہے اے طرار فرار؟
 ترے سر پر ہم آپنچھے خبردار!
 خیلا (تھوڑی دور جا کے پھر آتی ہے)
 (دل میں)

گئے طرار کو سب تو پکڑنے
 مگر یہ قیس و لیلنی کیوں نہ آئھے
 جو کچھ آپس میں یہ باتیں کریں اب
 یہاں سے ہم کھڑے ہو کر سنیں سب
 لیلی (خوب چلا چلا کے)
 'الف' اللہ کی نشانی ہے
 بندگی آس کی 'بے' سے جانی ہے
 بخنوں

کتاب! دیکھ چکیں اب ذرا ادھر دیکھو
 حجاب دے جو اجازت تو اک نظر دیکھو

۱۔ صنف کلام : غزل مسلسل (یا مرقع یا خطابی) بھرمجھٹ وافی
 محبون مشعث مخذوف - وزن : معاملن فعلان فعاملن معاملن فعلن دوبار - قصد شاعر :
 اظہار عشق و ہمنا -

کسی کا خون نہ کرے یہ نگاہ بے پروا
 کسی کی جان نہ لے چشم فتنہ گر دیکھو
 لگاؤ باد ہوائی نہ تیر نظروں کے
 نشانہ تاک لو میرا دل و جگر دیکھو
 کسی کے دم پہ بنی ہے یہ بے رخی کب تک
 خدا کے واسطے لیلی ذرا ادھر دیکھو

لیلی

کوئی بتائے کہ ہم کیوں بھلا آدھر دیکھیں
 بلا کو اپنی غرض کیا جو اک نظر دیکھیں
 یہ تیر کیا یہ نظر کیا، نہیں سمجھتے ہم
 جو کچھ بھی ہو تو کسی کا دل و جگر دیکھیں
 یہ چھٹر چھاڑ کی باتیں ہمیں نہیں بھاتیں
 ہے جہاں ک تاک سے نفرت ہمیں، کدھر دیکھیں

(طنزیہ التجا کر کے دست بستہ)

نه ایسی باتیں زیان پر بھر آنے پائیں کبھی
 خدا کے واسطے صاحب، ذرا ادھر دیکھیں

مجنوں

نگہ قهر مہنی دیکھو تو لیا تم نے
 ہمارے جذبہ دل کا ذرا اثر دیکھو

۱-قصد شاعر: اظہار انداز معشوقارہ حجاب کے ماتھے۔
 لیلی کے انداز معشوقارہ سے عاشقی کی ادا بھی نکلتی ہے ور
 یہ مصرع اس پر شاہد ہے: ”جو کچھ بھی ہو تو کسی کا دل و
 جگر دیکھیں“ لیلی کو اپنی رسوائی کا بھی حد سے زیادہ خیال
 ہے اور ایک شریف زادی کو ہونا چاہیے۔

لیلی (کھسپیاں ہو کے)

یہ تم نے خوب کہہنی ! خیر جو ہوا سو ہوا
تم لو ہم سے جواب تم کو عمر بھر دیکھو

(خیلا آتی ہے)

خیلا (قیس سے مخاطب ہو کے)

یہ کیسی باتیں ہیں صاحب ذرا ادھر دیکھو
تمام شہر میں کر دون گی میں خبر دیکھو

(لیلی سے مخاطب ہو کے)

تمہاری ماں سے میں کہتی ہوں جا کے اے لیلی !
نه آنے پاؤگی مکتب میں عمر بھر دیکھو

(دل میں)

سمجھ کے لائیں تھیں یوں پہنسے گا ہم سے قیس
فدا وہ دل سے ہوا اس کمیں پر دیکھو

(لڑکے مع طرار آتے ہیں)

(سب لڑکوں سے مخاطب ہو کے)

امیر زادیاں جب مفت میں کریں یاری
تو ہم غریبوں کی ہو کس طرح بسر دیکھو
طرار

(خیلا سے ، اپنی طرف اشارہ کر کے)

جو باتیں کرتے ہیں آپس میں قیس اور لیلی
تمہیں ملال ہے کس بات کا ، ادھر دیکھو !

چھٹا سین — محل سرانے عبدالعزیز

(کمرہ نشست مادر لیلی)

(زہرہ آئی ہے)

زہرہ

(مادر لیلی سے مخاطب ہو کر)

مجراً ہو مرا قبول ییکم
ہوں مطلب دل حصول ییکم!

ییگم

زہرہ کدھر آئیں کیا خبر ہے؟

نسبت کوئی لائیں کیا خبر ہے؟

زہرہ

نسبت کا نہ پوچھو حال ییکم
کس کو نہیں یہ ملال ییکم

اس وقت کے سب امیر زادے
شہزادے ہوں یا وزیر زادے

آوارہ مزاج ہو گئے ہیں
مفلس محتاج ہو گئے ہیں

ورثے کی آمید پر جو لیں قرض
جوروں کا ادا کریں گے کیا فرض

۱- صنف کلام : مثنوی (مرقع) بھر ہزج بجز و اخر بمقبوض
مقصور یا محدود - وزن : مفعول مفاعلان فعلون یا فعلان ، قصد شاعر : اظہار
ظرف معاشرت (بعض) رؤسائے اہل اسلام - اگر زہرہ ڈمنی ہے تو اس کی
آمدورفت زنانہ میں قابل اعتراض نہیں ہو سکتی کیونکہ ایسی ڈمنیاں
اکثر پرده نشین ہوئیں لیکن زہرہ پرده نشین نہیں ہے جیسا کہ اس
کے مكتب میں جانے سے ظاهر ہے -

مَنَا مَانَ بَأْبَ كَأْ جَوَ چَاهِيں
 بَنَبِي سَے مُوئَّ وَهَ کِيَا تَبَاهِيں
 اللَّهَ كَأْ ڈُرَ نَهِيں هَ انَ كَوَ
 كَچَهَ خَوْفَ وَ خَطَرَ نَهِيں هَ انَ كَوَ
 جَلَسَوْ مَيْنَ شَرَابَ پَيَ كَے جَانَا
 مَيْلَهَ ٹَهِيلَوْ مَيْنَ غَلَ مَجانَا
 اَچَھَهَ لَوْگَوْ سَے انَ كَوَ نَفَرَتَ
 شَهَدَهَهَ گَرْگَوْ سَے انَ كَوَ صَحَبَتَ
 سِيكَهَهَ كَرَثَ نَوْجَ انَ كَا شَيْوَهَهَ
 هَ گَالَى گَلَوْجَ انَ كَا شَيْوَهَهَ
 تَاكِينَ جَوَ رَنْدِيُونَ كَا گَهَنَا
 كَيَا انَ سَے كَسِيَ كَوَ هوَگَا لَهَنَا
 كَچَهَ اَشَرَمَ اَنْهِيں نَهَ كَچَهَ حَيَا هَ
 پَهَرَ انَ سَے كَمَهُو أَمِيدَ كَيَا هَ
 بِيَكَمَ
 زَهَرَهَ سَجَ كَمَهَتَ هَ تو بالَكَلَ
 اَسَ گَهَرَهَ كَا چَرَاغَ بَهَيَ هَ اَبَ كُلَ
 وَهَ قَيسَ جَوَ هَ مَنَا بَهَتَيَجا
 وَهَ جَيَنَهَهَ كَا مَيرَهَهَ هَ جَوَ بَيَثَا
 اَبَ كَيَا كَمَهُونَ فَخَرَ خَانَدَانَ هَ
 بَيُونَ تو وَهَ جَمَرَهَهَ مَيرَيَ جَانَ هَ
 اَطَوارَ بَرَے هَيَنَ آسَهَهَ كَے زَهَرَهَهَ
 آثارَ بَرَے هَيَنَ آسَهَهَ كَے زَهَرَهَهَ
 كَسَ نَازَ وَ نَيازَ سَے بَلَے هَيَنَ
 اِپَنِي اَماَنَهَهَ كَے لَاذَلَهَهَهَ هَيَنَ

کہتی نہیں میں یہ کچھ ہنسی سے
 خدمت میں لوٹدیاں ابھی سے
 هر چند نہیں یہ کہنے کی بات
 کیا منہ سے کہوں کہ ہے بڑی بات
 دن رات ہے آن سے پیار اخلاص
 اک بات ہے آن سے پیار اخلاص
 یہ لاڈ کبھی سنے، نہ دیکھے!
 یہ کھیل تو کھیلتے نہ دیکھے
 یوں ناز آٹھائیں جیکہ ماں باپ
 بچے ہوں خراب آپ سے آپ
 زہرہ
 کیا بات کہی ہے واہ بیکم!
 ہاں بات بھی ہے واہ بیگم?
 لیکن اک بات پوچھتی ہوں
 تقصیر معاف ہو تو پوچھوں?
 دانا ہو کر بنی ہو نادان
 صاحب زادی کا کچھ نہیں دھیاں
 ہر چند کہ ہیں ابھی وہ کم من
 مکتب میں بھی جانے کے نہیں دن
 نکلی کم بخت بات میں بات
 اور بات بھی وہ جو ہے خرافات
 مکتب بھی وہ جس میں قیس جائیں
 عشق الدین جہاں پڑھائیں
 اول تو برا وہ مولوی ہے
 دیہاتی موہ وہ مولوی ہے

باتوں کا نہیں ہے جسے ملیقہ
کیا جانے پڑھانے کا طریقہ
اب آگے نہ کچھ کہے گی بندی
عاقل کو ہے اشارہ کافی
لڑکوں میں لڑکیوں کا پڑھنا
ہم نے تو کبھی سنا نہ دیکھا
حرمت کا بھی کچھ تمہیں نہیں ڈر
بن بیاہی کو بھیجتی ہو باہر

بیکم

زہرہ سچ کہتی ہے تو بے شک
مجھے کو نہ تھا اس کا دھیان اب تک
لیلنی خیر آج تو گئی ہیں
اب جانے نہ دوں گی حشر تک میں
پڑھنے کا بہت ہے ذوق اُس کو
ہے شعر و سخن سے شوق اس کو
آڑ رکھ لون گی کوئی گھر ہو
اب بانے نہ دوں گی اس کو باہر
(زہرہ جاتی ہے، لیلنی آتی ہے)

بیکم

لیلنی مکتب میں اب نہ جانا
منظور نہیں مجھے پڑھانا
لیلنی (ماں سے مخاطب ہو کر)
جو آپ کہیں وہی ہے بہتر
(دل میں)

هر چند کے ہو وہ شاق دل پر

ساتوان سین خواب گاہ لیلائی

لیلائی

قیس^۱ پیارے اب ترا ملتا مجھے دشوار ہے
باب ماں کی قید سے لیلائی بہت ناچار ہے
کہتی تھیں اماں تری نسبت کے آتے ہیں پیام
اب کہوں کس سے کہ شادی سے مجھے انکار ہے
یا النہی ! قیس کے ساتھ آئے نسبت کا پیام
پھر نہ آس میں عذر ہے مجھے کونہ کچھ تکرار ہے
زہر کھا لیتی نہ ہوتی گر ترے ملنے کی آس
ان دنوں کچھ زندگی سے جی مرا بیزار ہے
ہائے رہ رہ کے کلیحے میں مرے اٹھتا ہے درد
عشق کہتے ہیں جسے کیا وہ یہی آزار ہے

آٹھوان سین مکتب خانہ

(قیس مکتب میں آتا ہے ، لیلائی کو نہ دیکھ کر گھبرا تا ہے)

قیس (دل میں)

اے چرخ ستم پیشہ یہ کیا چال ہے تیری
مکتب میں نہ کیوں آج وہ طلعت نظر آئی
آخوند

اے قیس کھو تو نہ کھاں جان کدھر ہے
مکتب میں تو بیٹھے ہو مگر دھیان کدھر ہے

۱- صنف کلام : غزل مسلسل بھر دمل وا فی مخذوف - وزن : فاعلاتن فاعلاتن فاعلان ، دوبار - قصد شاعر : اظہار حالت مجہوری و عشق -

(قیس کے پاس جا کے)

کیوں روتے ہو کیا دکھ ہے تمہیں؟ منہ سے تو بولو

(دھمکا کے)

بے مار کی توبہ ! -----

(طانچہ مار کے)

چلو اب خوب سا رو لو

قیس (گریہ بے اختیار)

قیس (دل میں)

ہم نے تو نہ کھائی تھی کبھی سیلئی آستاد
اے حضرتِ عشق! آج یہ پہلی ہوئی آفتاد

طرار

آخوند جی صاحب خبر آس کی تمہیں کیا ہے
لیلنی نہیں آئی وہیں دل آن کا لگا ہے

خیلا (جنون سے)

ہم سنتے ہیں ہر دے میں بٹھائی گئیں لیلائی
تا حشر تو مکتب میں اب آئی نہیں لیلائی

آخوند

لو آج کھلا، واہ! بڑا کام کرو گے

کیا قصد ہے صاحب مجھے بدنام کرو گے؟

آوارہ مزاجوں کا پڑھانا نہیں اچھا

بس جائیے یاں آپ کا آنا نہیں اچھا

قیس (دل میں)

مکتب^۱ سے نکالے گئے اب منه کسے دکھائیں
اے حضرت دل ! آؤ کہیں اور نکل جائیں

نوان سین — درِ مکتب

حضرت دل ! کہیے اب کیا آپ کا ارشاد ہے
آپ کے قابو میں اب یہ بندہ آزاد ہے
پھر چلوں مکتب کو یا فرمائیے گھر کو چلوں
باپ کا ڈر ہے وہاں یاں سیلیٰ آستاد ہے
شوق کہتا ہے کہ چلیے کوئے جاناں کی طرف
گو کہ یہ عینِ مرادِ خاطرِ ناشاد ہے
اپنی رسوائی کا ڈر ہے اس کی بدنامی کا خوف
بدگانی ہے وہاں اور خنجر بے داد ہے
(بُت کدے کو چلیے گر بے خودی کی آزو
بُت کدے کو چلیے گر آسو بت کی جی میں یاد ہے)

۱- صنف کلام : غزل مسلسل (مرقع یا خطابی ، یہاں خطاب نفس یا دل سے) قصہ شاعر : اظہار حالت انتشار ، ایک بڑی بات کا قصہ تو کر لیا ہے مگر انجام دینے میں جو مشکلات در پیش ہیں ان ہر غلبہ حاصل کرنے کے لیے طبیعت کوشش کریں ہے ، ابسی حالت پیشتر اس وقت طاری ہوئی ہے جب کہ انسان کسی امر عظیم کے اقدام کا قصہ کرے : مثلاً خود کشی یا قتل عمد۔

جنوں ابھی کم سن ہے ، اس کو گھر سے بھاگنا نہایت دشوار ہے ۔
مانا کہ اس کو مکتب سے نکالے جانے کی بڑی شرم ہے ، وحشت
عشق اور بھی شہ دے دھی ہے مگر پہلے پہل گھر سے نکلنا بھی
آسان نہیں ہے ۔

کوچہ گردی ہو، اگر ہے سنگ طفلان کی ہوس
 سیر گشن ہو جو ذوق نالہ و فریاد ہے
 چلیے صحراء کو جو ہو سایہ بیولوں کا پسند
 چلیے زندان کو جو شوقِ زیورِ فولاد ہے

(پرده گرتا ہے)

ایکٹ قیسرا

پہلا بین دیوان خلنہ

عبدالله (دل میں)

کیا ہوا قیس اب تک نہ آیا

امن میں اسرار کیا ہے خدا یا

(نوکروں سے)

کوئی آخر نہ کے پاس جائے

کیا سبب ہے ذرا پوچھ آئے

(ایک ملازم طریار کو لئے کے حاضر ہوتا ہے)

ملازم

یہ جو لڑکا ہے طریار نامے

بہ بھی پڑھتا ہے مکتب میں آن کے

آپ سے کچھ کہا چاہتا ہے

عبدالله

ہاں بتا جلد ، کیا چاہتا ہے ؟

1- صفت کلام : مشنوی (خطابی) بخ مندار ک واقی اخذ - وزن : فاعلن
فاعلن فاعلن فع - قصد شاعر : اظہار تشویش -

طَرَار

مجھ کو بھیجا ہے آخوند جی نے
 اور کہا ہے یہ کہہ دینا آن سے
 قیس نے کی تھی یاں کچھ شرارت
 اس لیے حسبِ ارشادِ حضرت
 میں نے اک ان کو مارا طانچا
 اس پہ کچھ آن کو آیا جو تیہا
 چل دیے انہ کے مکتب سے گھر کو
 اس پہ لازم ہے تنبیہ کچھ ہو
 رعبِ میرا نہیں مانتے وہ
 مجھ کو اصلا نہیں مانتے وہ
 ورنہ ان کا پڑھانا ہے مشکل
 آن کا مکتب میں لگتا نہیں دل

عبدالله

شوق سے وہ تو نجاتا تھا مکتب
 کیا سبب دل نہ لگنے کا ہے اب

طَرَار

اس کا حال آپ پوچھیں نہ مجھ سے

عبدالله

سچ بتا پوچھتا ہوں میں تجھ سے !

طَرَار

وہ سنیں گے تو ماریں گے مجھ کو

عبدالله

مار کا اس کے کیا ڈر ہے تجھے کو
پوچھتا ہوں میں تجھ سے خبردار
سچ بتا ورنہ تو جان طرار!

طرار

خیر سن لیجئے حال حضرت
ان کو لیلی سے تھی کچھ محبت
پیار اخلاص ہوتے تھے دن بھر
چھپ کے جاتے تھے یہ ان کے گھر پر
گزرے ان باتوں کو دو سہینے
کہہ دیا آن کی ماں سے کسی نے
ستے ہیں وہ نہ آئیں گی مکتب
جی لگئے ان کا مکتب میں کیوں اب

عبدالله

چل بے چل دور ہو تو یہاں سے
اب نہ نکلے کبھی یہ زبان سے
(دل میں)

اچھی صورت پہ ہے قیس مائل
کیا عجب ہے جو یہ سچ ہوا ہے دل!

دوسرائیں — کوچہ و بازار، دشت و کوهسار

(عبدالله قیس کو تلاش کرتا ہے)

عبدالله

کیا ہوا، قیس پیارا ہمارا
کیا ہوا وہ دلارا ہمارا

(مجنوں کے تصور سے مخاطب ہو کر)

گھر میں آئے نہ مکتب سے پھر کر
غم ہوا کیوں گوارا ہمارا

(آسان سے مخاطب ہو کر)

اے فلک! تو ہی بتلادے ہم کو
کیا ہوا ماہ پارا ہمارا
باپ دکھیا کہاں جاکے ڈھونڈئے
کیا ہوا وہ ستارا ہمارا

زیست اپنی ہے بس اُس کے دم تک
ہے وہی اک سہارا ہمارا

(مجنوں کے تصور سے مخاطب ہو کر)

تم آدھر ہم ادھر گھر سے نکلے
گھر ہی بگڑا تمہارا ہمارا

۱۔ صنف کلام غزل مسلسل (خطابی)۔ بھروسہ وزن کے لیے دیکھو
حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ تصدیق شاعر: اظہار محبت پدری۔

لو قسم ہم سے گر کچھ کہیں ہم
مانو کہنا خدا را ہارا

ایک راہ گیر

دیکھ تو وہ نہ ہو تیرا بیٹا

عبدالله

وہ پسر ہے ہمارا ہمارا

(جنوں سے مخاطب ہو کر)

تیرا کیا حال ہے جان بابا

کیا برا حال ہے جان بابا

کیوں خفا ہو گئے ہم سے بیٹا

کیوں جدا ہو گئے ہم سے بیٹا

کیا جنوں تیرے سر میں سایا

باپ مان کا نہ کچھ دھیان آیا

تجھے سے تھا زندگی کا سہارا

تونے کیوں جیتے جی ہم کو مارا

۱۔ صنف کلام : مشتوی (خطابی یا مرقع) اظہار محبت پدری عبد اللہ کی طرف سے، شرم و حجاب قیس کی طرف سے۔ عبد اللہ اظہار اور کرتا ہے کہ جس مطلب کے لیے تو گھر سے نکلا وہ میرے امکان میں تھا : قیس اپنے مطلب کی بات باپ کی زبانی میں کرو اپنے آنے سے پشیان ہے۔ قیس اپنے باپ سے عشق لیلی کو اظہار نہیں کرتا۔ وہ جانتا ہے کہ باپ اس سے خود ہی واقف ہے، پھر میں کیوں بے شرم ہو کر اپنا جوش ظاہر کروں۔ قیس صرف عفو تقصیر کا طالب ہے اور اپنے باپ کے ساتھ گھر چلنے پر بالکل راضی ہے اس لیے کہ اسے وصل محبوب کی امید دی گئی ہے۔

یہ سانی ترے دل میں کیسی
 کیا مصیبت پڑی تجھ پہ ایسی
 رنگ چھرے کا ہے زعفرانی
 جو کبھی آگ تھا ارغوانی
 پیرهن چاک ہے تا بہ دامن
 پاؤں پر خاک ہے تا بہ دامن
 آہ و زاری ہے اور بے قراری
 سینہ کوبی ہے اور اشک باری
 آہ جنگل میں پایا نہیں کچھ
 تو نے کے دن سے کھایا نہیں کچھ
 ہم نے مانا کہ بے تاب تھا تو
 رنج سے بے خور و خواب تھا تو
 ہم سے کیا شرم تھی تجھ کو ایسی
 بیٹیاں کہہ گزرتی ہیں جی کی
 دل ہی دل میں عبث رنج سہتا
 اپنے ہم جولیوں سے تو کہتا
 کچھ نہ کچھ اس کی تدبیر کرتے
 ہم تو اک دن نہ تاخیر کرتے
 میرے بھائی کی بیٹی ہے لیلی
 ہر طرح تجھ کو ہے وہ پہنچتی
 کیا چچا تیرا انکار کرتا؟
 بیٹی دینے میں تکرار کرتا؟
 گھر ترا ہم تو آباد کرتے
 کرکے شادی تجھے شاد کرتے